تحقیق وتنقید

ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان
شارجہ، متحدہ عرب امارات

کیا روزِ قیامت انسان کو ماں کے نام سے بلایا جائیگا؟

بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام سے بلایا جائے گا یا والدہ کے نام سے ؟ استاذِ محترم شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ میں بھی یہ سوال موجود ہے اور اُنہوں نے اس کا مختصر سا جواب دیا ہے کیونکہ فتاویٰ کا عام طور پر یہی اُسلوب ہے۔

چونکہ یہ سوال لوگ عموماً پوچھتے رہتے ہیں، اس لئے اس بارے میں تفصیل پیش کرنا مناسب ہے۔ درست بات یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں ہی کے نام سے بلایا جائے گا، ماؤں کے نام سے نہیں، جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور اور بعض علما کا موقف ہے۔

امام بخاری نے 'کتاب الادب' میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: "باب ما یدعی الناس بآبائهم "[1] اور اس کے تحت وہ عبداللہ بن عمرؓ کی درج ذیل حدیث لائے ہیں:

«إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال:هذه غدرة فلان بن فلان»[2]

''خائن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔''

ابن بطال اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفي قوله:هذه غدرة فلان بن فلان ردّ لقول من زعم أنه لايدعى الناس يوم القيامة إلا بأمهاتم لأن في ذلك سترا على آبائهم...[3]

''رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: هذه غدرة فلان بن فلان میں ان لوگوں کے قول

---

① بخاری کی شرح ابن بطال والے نسخے میں باب هل يدعى الناس بآبائهم ہے۔

② اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو، حدیث نمبر ۱۷۳۵

③ شرح البخاری لابن بطال (۳۵۴/۹) وایضاً فتح الباری (۵۶۳/۱۰)

www.KitaboSunnat.com

کا ردّ ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں ہی کے نام سے بلایا جائے گا، کیونکہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ پوشی ہے۔''

اور یہ حدیث ان کے اس قول کے خلاف ہے۔ اس حدیث کی بنا پر دیگر علما نے بھی اس قول کے قائلین کا ردّ کیا ہے۔④

مزید برآں اس کے بارے میں ایک صریح حدیث بھی ہے مگر وہ اسنادی اعتبار سے ضعیف ہے اور وہ حدیث ابوالدرداءؓ سے بایں الفاظ مروی ہے:

إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فحسنوا أسمائكم⑤

''یقیناً تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے آبا کے نام سے بلائے جاؤ گے لہٰذا تم اپنے اچھے اچھے نام رکھو۔''

حافظ ابن قیمؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے کہا کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماؤں کے نام سے بلائے جائیں گے، باپوں کے نام سے نہیں۔⑥

---

④ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: تفسیر قرطبی (۶۲۸/۵) تہذیب السنن از ابن قیم (۲۵۰/۷) عمدة القاری از علامہ عینی (۲۰۱/۲۲) فتح البیان از نواب صدیق حسن خان (۴۲۷/۷، ۴۲۸) اور أضواء البيان للشنقيطي (۳۲۲/۲)

⑤ اس حدیث کو امام احمد (۱۹۴/۵) ابوداود (۴۹۴۸) ابن حبان (۵۲۸/۷، حدیث ۵۷۷۷) اور بغوی نے شرح السنۃ (۳۲۵/۱۲) میں عبداللہ بن ابی زکریا کی سند سے ابوالدرداءؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف اس لئے ہے کہ ابن ابی زکریا نے ابوالدرداء کا زمانہ نہیں پایا، جیسا کہ امام ابوداود نے سنن ابی داود میں مذکورہ روایت کے تحت اور حافظ ابن حجر نے 'فتح الباری' (۵۷۷/۱۰) میں کہا ہے۔ اور حافظ منذریؒ نے مختصر السنن (۲۵۱/۷) میں کہا ہے کہ ان کا ابوالدرداء سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام نووی کا الأذکار (ص ۲۵۵) میں اس کی سند کو جید کہنا درست نہیں۔ ابن علان نے الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية (۱۰۳/۶، ۱۰۴) میں کہا ہے: قال الشيخ زكريا في تحفة القاري: وحديث أبي الدرداء منقطع، وهو لاينافي قول المصنف بإسناد جيد لأن جودة الإسناد لا تنافي نحو الإنقطاع یعنی ''سند کا جید ہونا انقطاع جیسی علت کے منافی نہیں۔''

⑥ ملاحظہ ہو، تہذیب السنن (۲۵۰/۷)

© rasailojaraid.com

جن علما نے یہ کہا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا، باپ کے نام سے نہیں، ان کے دلائل دو نوعیت کے ہیں:

پہلی دلیل

قرآنِ کریم میں ہے: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِـإِمَامِهِمْ﴾ (الاسراء:۷۱)

''قیامت کے روز ہم لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے۔''

محمد بن کعب نے بـإمامهم کی تفسیر میں کہا ہے: قيل: يعني بأمهاتهم

''کہا گیا ہے یعنی ان کی ماؤں کے ناموں سے۔''

ان کے اس قول کو امام بغویؒ اور امام قرطبیؒ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں تین حکمتیں ہیں:

① عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے

② حسن اور حسینؓ کے شرف کی بنا پر

③ اولادِ زنا کی عدم رسوائی کی وجہ سے۔[۷]

مگر محمد بن کعب کا یہ قول بے بنیاد ہے، اسی لئے علامہ شنقیطی نے ان کے اس قول کا ردّ ان الفاظ میں کیا ہے:

قول باطل بلاشك وقد ثبت في الصحيح من حديث ابن عمر[۸]

''یہ قول بلاشک باطل ہے کیونکہ صحیح (بخاری) میں ابن عمر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ...اس کے بعد انہوں نے ابن عمرؓ کی صفحہ اول پر مذکور حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح زمخشری نے بھی 'امام' کی تفسیر 'اُمہات' سے کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ومن بدع التفسير أن الإمام جمع أمّ وأن الناس يدعون يوم القيامة بأمهاتهم وأن الحكمة في الدعاء بالأمهات دون الآباء...[۹]

---

۷ ملاحظہ ہو معالم التنزيل للبغوي ۱۰۰/۵ اور الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۶۲۸/۵

۸ اضواء البيان فى ايضاح القرآن بالقرآن ۳۲۲/۲

۹ تفسير الكشاف ۳۶۹/۲

© rasailojaraid.com

''منفرد تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ إمام اُمّ کی جمع ہے اور لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، باپوں کے بدلے ماؤں کے نام سے بلانے میں حکمت یہ ہے: (اس کے بعد اُنہوں نے انہی تین حکمتوں کا ذکر کیا ہے جن کو بغوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے)''

زمخشری کی اس انوکھی تفسیر کا ردّ امام ناصر الدین احمد بن منیر مالکی نے ان الفاظ سے کیا ہے:

ولقد استبدع بدعا لفظا ومعنا فإن جمع الأم المعروف:الأمهات أما رعاية عيسى عليه السلام بذكر أمهات الخلائق ليذكر بأمه فيستدعى أن خلق عيسى من غير أب غميزة في منصبه وذلك عكس الحقيقة، فإن خلقه من غير أب كان له آية و شرفا في حقه. والله أعلم [10]

''زمخشری نے لفظی اور معنوی بدعات ایجاد کی ہیں کیونکہ 'امّ' کی معروف جمع 'اُمہات' ہے۔ رہا عیسیٰ علیہ السلام کی رعایت کی خاطر لوگوں کا ان کی ماؤں کے ساتھ ذکر تا کہ حضرت عیسیٰ کی ماں کا ذکر کیا جائے۔ تو یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ عیسیٰ کی بغیر باپ کے خلقت سے ان کے منصب پر حرف آتا ہے جبکہ یہ بات حقیقت کے برعکس ہے کیونکہ ان کا بغیر باپ کے پیدا کیا جانا ان کے لئے معجزہ اور ان کے حق میں شرف ہے۔ واللہ اعلم!''

بعض دیگر علما نے مذکورہ تمام حکمتوں کا ردّ کیا ہے اور بعض نے اس ردّ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔[11]

نوٹ: استادِ محترم نے 'فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ' (ص۲۴۲) میں 'اُمہات'[12] کی تفسیر کو قراءتِ شاذہ قرار دیا ہے مگر مجھے کوئی ایسی قراءت نہیں ملی☆۔ واللہ اعلم بالصواب

واضح رہے کہ 'امام' کی معتبر مفسرین نے تین چار تفسیریں ذکر کی ہیں مگر ان میں سے سب سے معتبر تفسیر یہ ہے کہ 'امام' سے مراد آدمی کا اعمال نامہ ہے، کیونکہ يوم ندعوا كل أناس

---

(10) كتاب الانتصاف فيما تضمنه الكشاف من الإعتزال (۳۶۹/۲ بهامش الكشاف)

(11) ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی از علامہ آلوسی (۱۲۱/۱۵)

(12) فتاویٰ میں طباعت کی غلطی سے بأمهاتهم کی بجائے بـإمامهم چھپ گیا ہے۔

☆ قرأتِ شاذّہ کی نسبت میں راقم الحروف کا تساہل ہے۔ جزاہ اللہ...... (حافظ ثناء اللہ مدنی)

www.KitaboSunnat.com

بـإمامهم کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ...الآية﴾
حافظ ابن کثیرؒ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور علامہ شنقیطیؒ نے ان کی تائید کی ہے۔ ⑬

☜ إمام کی تفسیر نبی اور پیشوا سے بھی کی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

قال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث لأن إمامهم النبي ﷺ ⑭

''بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ اہل الحدیث کے لئے بہت بڑا شرف ہے، کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔''

دوسری دلیل

بعض بے کار اور سخت ضعیف قسم کی روایات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

① حدیثِ انسؓ، جس کے الفاظ یہ ہیں:

يُدعى الناس يوم القيامة بأمهاتهم سترا من الله عزوجل عليهم ⑮

''روزِ قیامت لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر پردہ پوشی کی خاطر ان کی ماؤں کے ساتھ بلایا جائے گا۔''

مگر اس حدیث کی سند سخت ضعیف ہے۔ ⑯

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا اس حدیث کی تقویت کی طرف رجحان ہے، چنانچہ اُنہوں نے

⑬ ملاحظہ ہو، تفسیر ابن کثیر (۱۲۷/۵) اور أضواء البیان (۳۲۲/۲)

⑭ تفسیر ابن کثیر (۱۲۶/۵)

⑮ اس حدیث کو ابن عدیؒ نے الکامل (۳۳۶/۱) میں اور ان سے ابن جوزیؒ نے الموضوعات (۲۴۸/۳) میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (۱۷۷/۱) میں ابن عدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس میں بأمهاتهم کی بجائے بأسماء أمهاتهم ہے۔

⑯ اس حدیث کی سند سخت ضعیف ہے، اس میں اسحٰق بن ابراہیم طبری ہے۔ ابن عدی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے اور مذکورہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے منکر المتن ہے۔ ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے بارے میں اسحاق متہم ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے اس بارے میں ابن عدی کا مذکورہ کلام اور ابن حبان کا کلام ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے: منكر الحديث جدًّا يأتي عن الثقات الأشياء الموضوعات لايحل كتابة حديثه إلا على جهة

© rasailojaraid.com

اس حدیث پر ابن جوزیؒ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے:

قلت:صرح ابن عدي بأن الحديث منكر فليس بموضوع وله شاهد من حديث ابن عباس أخرجه الطبراني (17)

''میں کہتا ہوں: ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، چنانچہ یہ موضوع نہیں، اور اس کا ابن عباسؓ کی حدیث سے ایک شاہد ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔''

جبکہ امام سیوطی کا دعویٰ درست نہیں، طبرانی والی حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

إن الله يدعو الناس يوم القيامة بأسمائهم سترا منه علىٰ عباده (18)

مگر یہ حدیث درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر شاہد بننے کے قابل نہیں:

① اس میں بأسمائهم ہے، بأمهاتهم نہیں۔

② اس کی سند بھی سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ (19)

گذشتہ حاشیہ:التعجب (المجروحون لابن حبان : ۱/۱۳۸) ''بہت زیادہ منکر الحدیث ہے، ثقہ راویوں سے من گھڑت چیزیں بیان کرتا ہے۔ اسکی حدیث کو لکھنا جائز نہیں الا کہ تعجب کے طور پر لکھا جائے۔'' علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کو تلخیص الموضوعات (حدیث ۱۲۱۵) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں اسحٰق بن ابراہیم طبری ہے جو متہم ہے۔ امام البانیؒ نے اس حدیث کو الضعیفة (حدیث ۴۳۳) میں ذکر کیا اور موضوع کہا ہے۔

⑰ التعقبات على الموضوعات (ص ۵۱)

⑱ اس کو طبرانی نے 'معجم کبیر' (۱۱/۱۲۲ حدیث ۱۱۲۴۲) میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے، جیسا کہ اگلے حاشیے میں تفصیل آرہی ہے۔

⑲ کیونکہ اس کی سند میں اسحٰق بن بشر ابو حذیفہ بخاری ہے۔ حافظ ہیثمی نے اسے متروک کہا ہے۔ (مجمع الزوائد (۱۰/۳۶۲۔ مؤسسة المعارف) اور علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کو ترک کر دیا تھا اور ابن مدینیؒ نے اس کی تکذیب کی ہے اور دارقطنیؒ سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے اس کو کذاب متروک کہا ہے۔ (میزان الاعتدال :۱/۱۸۴) اور حافظ ابن حبان اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ثقات کے نام پر احادیث وضع کرتا تھا، مالک جیسے ثقات سے یہ ایسی چیزیں لاتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو: المجروحون (۱/۱۳۵) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے، جیسا کہ ان کے عنقریب آنے والے کلام میں ہے اور امام البانیؒ نے اس کو الضعیفة (رقم ۴۳۴) میں موضوع کہا ہے۔

© rasailojaraid.com

نوٹ: مزید برآں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۱۰/۵۶۳) میں ابن بطال کا یہ قول "في هذا الحديث رد لقول من زعم أنهم لا يدعون يوم القيامة إلا بأمهاتهم سترا على آبائهم [۲۰] ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

قلت: هو حديث أخرجه الطبراني من حديث ابن عباس وسنده ضعيف جدا وأخرج ابن عدي من حديث أنس مثله، وقال: منكر أورده في ترجمة إسحاق بن إبراهيم الطبري

میں کہتا ہوں کہ حدیث ابن عباس میں بھی بأسمائهم ہے، بأمهاتهم نہیں۔ اسی طرح ان کا حديث أنس مثله کہنا بھی درست نہیں کیونکہ اس حدیث میں بأمهاتهم ہے۔

یہی وہم علامہ ابوطیب شمس الحق عظیم آبادی کو ہوا ہے کہ اُنہوں نے حدیث ابن عباس کو لفظ بأمهاتهم سے ذکر کیا ہے۔ نیز اُنہیں ایک غلطی یہ بھی لگی ہے کہ اُنہوں نے کہا ہے کہ حدیثِ ابن عباس کو طبرانی نے بہ سند ضعیف روایت کیا ہے، جیسا کہ ابن قیم نے حاشية السنن میں کہا ہے جبکہ ابن قیم نے حدیث ابن عباس کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے حدیثِ ابوامامہ کا ذکر کیا ہے جو عنقریب آ رہی ہے۔[۲۱]

❷ حدیث ابن عباسؓ: اس حدیث کا ابھی حدیث انسؓ کے ضمن میں ذکر ہوا اور یہ بھی بیان ہوا کہ دو وجوہ کی بنا پر اس سے حجت لینا درست نہیں۔

❸ حدیث ابوامامہؓ: یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں میت کو دفن کر دینے کے بعد اسے تلقین کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إذا مات أحد من إخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم أحدكم على رأس قبره ثم ليقل: يا فلان بن فلانة فإنه يسمعه ولا يجيب ثم يقول: يا فلان بن فلانة . . . فقال رجل: يارسول الله فإن لم يعرف أمه

---

[۲۰] ابن بطال کا یہ قول اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے۔
[۲۱] ملاحظہ ہو عون المعبود (۸/۲۸۳) اور تہذیب السنن (۷/۲۵۰)
نوٹ: حاشیہ السنن اور تہذیب السنن ایک ہی چیز ہے، دو مختلف کتابیں نہیں۔

© rasailojaraid.com

قال: فينسبه إلى حواء يا فلان بن حواء (۴۲)

''جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی فوت ہوجائے اور تم اس کی قبر پر مٹی کو برابر کرلو تو تم میں سے کوئی ایک اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہوکر یہ کہے: اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے، تو وہ یقیناً اس کی بات کو سنتا ہے، لیکن جواب نہیں دے پاتا۔ پھر کہے: اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے۔ ایک آدمی نے سوال کیا: یا رسول ﷺ! اگر وہ اس کی ماں کو نہ جانتا ہو تو فرمایا: وہ اس کو حوا کی طرف منسوب کرے کہے: اے فلاں، حوا کے بیٹے۔''

مگر اس حدیث سے بھی حجت لینا درست نہیں، کیونکہ یہ سخت ضعیف ہے۔ (۴۳)

(۴۲) اس کو طبرانی نے 'معجم کبیر' (۲۹۸/۸ حدیث ۷۹۷۹) اور الدعاء (حدیث ۱۲۱۴) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے جیسا کہ عنقریب تفصیل آرہی ہے۔

(۴۳) اس کو طبرانی نے سعید بن عبداللہ اودی کی سند سے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے: ''وفي أسناده جماعة لم أعرفهم'' مجمع الزوائد (۴۵/۳) ''اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جن کو میں پہچان نہیں سکا۔'' یعنی ان کو ان کے تراجم نہیں ملے۔

جماعت سے شاید ان کی مراد ابوعقیل انس بن سلم، عبداللہ بن محمد قرشی اور سعید بن عبداللہ اودی ہوں کیونکہ محقق کتاب الدعاء نے کہا ہے کہ مجھے ان کے تراجم نہیں ملے۔ کتاب الدعاء کی تین جلدوں میں سے پہلی جلد اس کتاب کے رواۃ کے تراجم پر مشتمل ہے۔ محقق کتاب نے اس جلد میں 'دعا' کے تمام راویوں کا ذکر کیا ہے اور کتاب الدعاء کی ابتدا دوسری جلد سے ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن ابراہیم بن علاء حمصی ہے جو متہم ہے۔ دارقطنی نے اسے کذاب کہا ہے، حاکم اور نقاش نے کہا ہے کہ اس نے من گھڑت روایات بیان کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تهذيب التهذيب (۱۳/۹)

اس حدیث کی ابوامامہؓ سے ایک دوسری سند بھی ہے اور وہ جابر بن سعید ازدی کی سند ہے اور اس سند سے اسے قاضی خلعی نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے جیسا کہ الأحاديث الضعيفة (۵۹۹) میں ہے۔ شیخ البانی نے اس کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ یہ سند سخت ضعیف ہے۔ اس کے راویوں میں سے عتبہ بن سکن کے علاوہ میں کسی اور کو نہیں جانتا ہوں۔ دارقطنی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ بہت کمزور ہے اور اسے وضع احادیث کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے: "هذا حديث غريب وسند الحديث من الطريقين ضعيف جدا" (الفتوحات الربانية لابن علان: ۱۹۶/۴)

''یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند دونوں ہی طریق سے سخت ضعیف ہے۔''

ابن قیم نے زاد المعاد (۵۲۳/۱) میں کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، اسی طرح دیگر علما نے بھی اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن قیم الجوزیہؒ نے اس حدیث کو اس لئے بھی ردّ کیا ہے کہ یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ولكن هذا الحديث متفق على ضعفه فلا تقوم به حجة فضلاً عن أن يعارض به ما هو أصح منه[۴۴]

''لیکن اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے۔ چنانچہ اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی، چہ جائیکہ اس کو جو اس سے أصح (زیادہ صحیح) ہے، کے مقابلے میں لایا جائے۔''

ما هو أصح سے ان کی مراد حدیث عبداللہ بن عمرؓ اور حدیث ابو الدرداءؓ ہے جو اس مضمون کے شروع میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تردید حضرت عثمان بن عفانؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

«استغفروا لأخيكم واسئلوا له بالتثبيت فإنه الآن يسأل»[۴۵]

''اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کا سوال کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر میت کے لئے استغفار اور ثابت قدمی کا سوال کیا جائے گا، نہ کہ اس کو تلقین کی جائے گی۔

ابن علان نے اس حدیث کو حدیث ابی امامہ کے شواہد میں ذکر کیا ہے۔[۴۶]

اور یہ کس قدر عجیب بات ہے، کیونکہ استغفار، ثابت قدمی اور تلقین میں بہت فرق ہے۔ اور صحیح احادیث سے جو تلقین ثابت ہے وہ قریب الموت آدمی کے بارے میں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لقنوا موتاكم لا إلـٰه إلا الله»[۴۷]

---

۴۴ تہذیب السنن (۷/۲۵۰)

۴۵ اس کو ابوداود (۳۲۲۱) اور حاکم (۱/۳۷۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن درجے کی ہے، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

۴۶ ملاحظہ ہو الفتوحات الربانیة از ابن علان (۴/۱۹۶)

۴۷ اس حدیث کو مسلم، رقم ۹۱۶ نے ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے، اسی طرح یہ دیگر صحابہؓ سے بھی مروی ہے۔

© rasailojaraid.com

''اپنے مردوں (یعنی قریب المرگ لوگوں) کو لا إله الله کی تلقین کرو۔''

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی قابل اعتماد حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ روزِ قیامت آدمی کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا بلکہ عبداللہ بن عمرؓ کی صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا۔

بعض علما نے ان روایات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اوروہ یوں کہ جس حدیث میں باپ کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے ،وہ صحیح النسب آدمی کے بارے میں ہے اور جس میں ماں کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے، وہ دوسرے آدمی کے بارے میں ہے۔ یا یہ کہ کچھ لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے اور کچھ کو ان کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا۔

اس جمع یا تطبیق کو مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ نے علقمیؒ سے نقل کیا ہے۔[۲۸] بعض نے ایک دوسرے طریقے سے تطبیق دی ہے، وہ یہ کہ خائن کو اس کے باپ کے نام سے اور غیر خائن کو اسکی ماں کے نام سے بلایا جائے گا اور اس تطبیق کو ابن علان نے شیخ زکریا سے نقل کیا ہے۔[۲۹]

بعض نے حدیث ابن عمرؓ کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں ہے جو ولدالزنا نہ ہو یا لعان[۳۰] سے اس کی نفی نہ کی گئی ہو۔[۳۱]

مگر یہ سب تکلّفات ہیں، کیونکہ جمع اور تطبیق کی ضرورت اس وقت پیش آتی جب دونوں طرف کی روایات صحیح ہوتیں جبکہ حدیثِ ابن عمرؓ کے خلاف جو روایات ہیں، وہ انتہائی ضعیف قسم کی ہیں۔ نیز اصل یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ ہی کے نام سے پکارا جائے۔ ابن بطالؒ لکھتے ہیں:

والدعاء بالأباء أشد في التعريف وأبلغ في التمييز وبذلك نطق القرآن والسنة[۳۲] ''باپوں کے نام سے بلانا پہچان میں زیادہ واضح اور تمیز میں زیادہ بلیغ ہے اور قرآن وسنت بھی اسی پر شاہد ہیں۔''

---

[۲۸] ملاحظہ ہو عون المعبود (۲۸۳/۸) [۲۹] ملاحظہ ہو الفتوحات الربانية (۱۰۴/۲)

[۳۰] لعان کے بارے میں سورۃ النور کی آیات (۶ تا ۹) کو دیکھا جائے۔

[۳۱] ملاحظہ ہو، الفتوحات الربانية (۱۹۶/۴)

[۳۲] شرح البخاری لابن بطال (۳۵۴/۹) وایضاً فتح الباری (۵۶۳/۱۰)

© rasailojaraid.com